مروان کاشمیری

قافلۂ احرار کا سپہ سالار

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اعلیٰ انسانی قدروں اور بلند فلاحی آدرشوں کے لیے عمر بھر سعیٔ مسلسل کرتے رہے۔ انہوں نے جب برصغیر کی سیاست میں قدم رکھا تب انڈین نیشنل کانگرس کا طوطی چہار دانگ عالم میں بولتا تھا۔ رفتہ رفتہ جب تحریک خلافت شروع ہوئی تو ان کی مقبولیت کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور وہ تحریک خلافت کے واحد سیاسی رہنما تھے جنہیں تین سال قید کی سزا سنائی گئی۔ شاہ جی کی رفاقت مفکر احرار چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین لدھیانوی سے تھی۔ یہ رفاقت جوں جوں مضبوط ہوتی گئی توں توں یہ لوگ مسلمانوں کے لیے خالص دینی و سیاسی محاذ پر کام کرنے کے لیے متفق ہوتے گئے۔ آخر ۱۹۲۹ء میں شاہ جی اور ان کے رفقاء نے قافلۂ احرار کا شادیانہ لاہور میں مجلس احرار کی بنیاد رکھ کر بجا دیا۔ جس کی ضرورت ۱۹۰۶ء کے قیام مسلم لیگ کے اعلان کے بعد سے قوم پرست سیاسی حلقوں اور انگریز دشمن مسلمانوں کے دلوں میں ایک امنگ کے طور پر دبی چنگاری کی صورت گاہے گاہے چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ ایک روایت کے مطابق مجلس احرار اسلام کا قیام خداداد عبقریت کے مالک حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تائید و حمایت سے عمل میں لایا گیا تھا اور مقصد و مدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے سیاسی و معاشی حقوق تسلیم کرائے جائیں اور مسلمانوں کی قیادت مسلم لیگ کے انگریز دوست اور ٹوڈی رہنماؤں سے چھین کر درمیانے طبقے کے انگریز دشمن بے لوث اور مخلص سیاسی عناصر کے ہاتھوں میں دی جائے جو انگریز کے اشاروں پر ناچنے اور غیر مصالحانہ روش اور بے سروپا مطالبات کی بجائے خالص قومی نقطۂ نظر سے وطن کے ہمہ گیر اور وسیع تر مقصد کے لیے انگریز اور سامراج دشمن جماعتوں سے مل کر وسیع تر قومی متحدہ محاذ تشکیل دے اور آزادیٔ وطن کی قومی جدوجہد کو تیز تر کرنے اور انگریز کو اس خطے سے نکل جانے پر مجبور کر دے۔ شاہ جی رحمہ اللہ اس امر کے حامی و مؤید تھے کہ انگریز دشمن قومی پروگرام پر اندرونی سیاسی اختلافات کو اولیت نہیں دینی چاہیے۔ وہ مسلم لیگ کی ٹوڈی، گماشتہ اور استحصالی قیادت سے نالاں اور گریزاں تھے۔ مگر مسلم لیگ کے مخلص اور دردمند رہنماؤں سے ہر وقت معاملہ کرنے اور مشترکہ سیاسی اور دینی پروگرام ترتیب دینے کے خواہاں تھے۔ اس کے لیے محمد علی جناح اور احرار رہنماؤں کے مابین دفتر احرار دہلی اور دفتر احرار لاہور میں دو مرتبہ مذاکرات ہوئے اور احرار کے ساتھ جناح صاحب نے دونوں مرتبہ دست تعاون و اشتراک دراز کیا مگر احرار رہنماؤں کو اصرار تھا کہ نوابوں، جاگیرداروں، سروں، نونوں، ٹوانوں اور خانوں کے جھرمٹ سے نکلیے، غریب، مظلوم، بے کس و مجبور، مفلس اور قلاش لوگوں کو ساتھ لیجیے اور اس تحریک کو انقلابی تحریک کی عوامی شکل و صورت میں وسیع تر کرتے ہوئے کانگرس اور انگریز سے مرحلہ وار

ٹکرانے کا پروگرام ترتیب دینے کے لیے مجلس احرار ہر وقت آپ کی قیادت اور رہنمائی میں میدانِ عمل میں اترنے کو تیار ہے۔ مگر محمد علی جناح بقول ان کے "کھوٹے سکوں" میں گھرے ہوئے تھے چنانچہ احرار اور مسلم لیگ میں تعاون نہ ہو پایا۔ اس کے بعد بھی بقول جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ پاکستان کے قیام اور تقسیم ہند کا فیصلہ کرنے والی خود مختار آئین ساز اسمبلی کے لیے ہونے والے انتخابات میں دستبرادر ہونے یا مسلم لیگ سے معاہدہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ مگر بعض رہنماؤں نے شاہ جی کی اس تجویز کی مخالفت کی تھی۔ اس لیے وہ پارٹی کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر گئے کیونکہ شاہ جی کی زندگی ہی پارٹی سے وفاداری اور پارٹی سپرٹ کی پابندی کا دوسرا نام ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے قیام پاکستان کے بعد اپنی اور جماعتی سیاسی شکست کو جس انداز سے برسرعام تسلیم کیا تھا۔ وہ خود مسلم لیگ کے دریدہ دہن اور بگڑے ہوئے ذہنوں کے حامل رجعت پسندوں کے لیے بھی حیران کن تھا۔ یہ کسی احساسِ ندامت کا منافقانہ اظہار، سرکاری تعزیر سے خوف یا ڈر کا ملفوف ڈپلومیٹک رویہ یا عہدوں اور سرکاری مناصب کی چھوڑی ہوئی ہڈیوں اور کتوں کے راتب میں حصہ داری کے لالچ میں ملتجیانہ اظہار بھی نہ تھا۔ بلکہ ایک بے باک، نڈر، مخلص و بے لوث، عظیم مدبر، فراس اور حقیقت پسند قومی رہنما کا بیانِ صادق تھا۔ جس کی سچائی کا اعتراف پاکستان کی تاریخ اور اس کا غیر جانبدار حقیقی مؤرخ بھی کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان کی حیثیت سے جن کلی اختیارات کے مالک تھے۔ اگر وہ اس خلوص، دیانت اور قومی جذبے کے معترف نہ ہوتے جو احرار رہنماؤں کے دلوں میں موجزن تھا تو وہ یقیناً احرار رہنماؤں سے سیاسی انتقام لیتے۔

شاہ جی رحمہ اللہ علیہ نے یہ بھانپ لیا تھا کہ پاکستان کے قیام وعدم قیام کی بحث اس کے وجود کی زندہ صداقت و حقیقت نے بے کار اور ختم کر کے رکھ دی ہے اس لیے اب اس ملک میں قوم کی سیاسی، معاشی اور مذہبی فلاح و ترقی کی خاطر، اس کے قیام و وجود کی صداقت کو برقرار رکھنے کی خاطر، ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے ہر شخص کو آمادہ و تیار رہنا چاہیے۔ وہ اس خیال سے متفق تھے۔ اس کے قیام کے خلاف اس قدر کوششیں شاید نہ کی گئی ہوں جتنی کہ لازماً اس کے وجود کو ختم کرنے کی خاطر انگریز، یہودی، قادیانی اور دیگر سامراجی حلیف اور عوام دشمن کریں گے۔

وہ ان تمام سازشوں کو ناکام بنا دینے کے لیے وسیع تر اتحاد اور سیاسی اشتراک و تعاون کے قائل تھے۔ یہی جذبہ صادقہ احرار رہنماؤں کی مسلم لیگ میں شمولیت جیسے تلخ فیصلے پر منتج ہوا تھا۔

غالباً شاہ جی کی یہی وہ مخلصانہ کوشش تھی۔ جس کی مسلم لیگی ناعاقبت اندیش، خود غرض اور استحصالی گروہ نے قدور قیمت نہ جانی اور یہ اتحاد و اشتراک زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ شاہ جی رحمہ اللہ پر بھی اس کا ایسا ناخوشگوار اور مایوس کن اثر پڑا کہ وہ اسی غم و اندوہ میں گھل گھل کر اپنے وجود کو بھی اس دار فنا سے ملک بقا کی جانب لے کر چلے گئے اور ایسی جگہ چلے گئے، جہاں سے انہیں ہماری ہیخ و پکار اور کوئی آواز بھی پلٹنے پر مجبور نہیں کر سکتی!